Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

جدید اردو غزل کے نمائندہ شعراء کے ہاں فلسفیانہ عناصر: ایک مطالعہ

A Study of Philosophical Elements among the Representative Poets of Modern Urdu Ghazal

1. Dr. Wajeeha Shaheen, Assistant Professor , Department of Urdu , Karakorum International University Gilgit-Baltistan
2. Dr. Parveen Kallu, Associate Professor Urdu Department Government College University Faisalabad
3. Nazia Sahar, Assistant Professor Urdu Department Islamia College University Peshawar

Abstract:
The ancient tradition of Urdu ghazal is tolerant of the inclination of value towards coercion, but the modern Urdu ghazal has clarified its trend of value and authority. The attitude of is a natural consequence of the growing consciousness of human greatness. In Urdu ghazal, where tragic expressions have prevailed, in modern ghazal, there is also a demand for tarbiya expression, Nishatiya Ahang. Ghazal has been connecting with the past and the present in terms of its experience and all these things must be present in the consciousness under modern Ghazal. The meaning of jinn, rapture, madness, absorption and sukran all give priority to the ghazal.

Rather than jinns, instead of intellect and rapture, self-awareness is indispensable. From the beginning, Urdu ghazal is tolerant of identifying a human being as a human being. States came into being, the country was divided in the form of population death, many unpleasant incidents also took place during the 1971 war, the secession of East Pakistan, and the lack of trust against the government and those in power. Modern Ghazal has not been freed from most of the cultural, moral and social values which Urdu Ghazal has been rich with in the past.

Key Words :
Philosophical Elements, Modern Urdu Ghazal, value towards coercion, jinn, rapture, madness, absorption, sukran, tarbiya expression, Nishatiya Ahang , 1971.

جدید غزل میں حرکت کا مفہوم مابعد الطبیعات کی جگہ طبعیات سے اخذ کرنے کی طرف مائل ہے لہذا اس میں حرکت کو اہمیت ہے اس اعتبار سے وہ زندگی کی علامت ہے خیال، سوچ تصور اور تفکر بھی قدیم غزل میں حرکت میں شمار ہوتے ہیں اور جدید غزل تخیل اور تصور و تشکر کی اہمیت سے انکار نہیں کرتی جہاں تک زماں و مکاں کا تعلق ہے جدید غزل میں بھی اس کی داخلی نفسیاتی سطح برقرار ہے۔ زماں ومکان جدید دور میں فلسفہ کلام کے علاوہ سائنس کا بھی بہت اہم مسئلہ ہے اور اس کی سائنسی توجیہ سے ابتدائی واقفیت ہر آدمی رکھتا ہے غزل چونکہ تصور اور تخیل کا عمل ہے تصور اور خیال کا رشتہ داخلی روحانی دنیا سے ہوتا ہے اس لئے جدید غزل بھی زماں ومکاں کے داخلی تصور کو یکسر رد نہیں کر پائی۔

ا۔جدید غزل میں سیاسی شعور کے حوالے سے مختلف خیال اور اساس کے روپ سامنے آئے ہیں طبقاتی شعور اور معاشرتی و معاشی عدم مساوات کا احساس غریب تر اور امیر سے امیر تر ہونے کا دکھ امیدوں کا ٹوٹنا اصحاب اقتدار کے بارے میں عدم اعتماد کا اظہار یہ موضوعات چونکہ سیاسی ممنوعات میں شمار ہوتے ہیں اس لئے جدید غزل نے ان کے اظہار و ابلاغ کے لئے علامتیں وضع بھی کی ہیں اور انہیں نئے معانی بھی عطا کئے ہیں۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

۲۔ داخلی احساسات و کیفیات کو بیان کرنے کے لئے عام استعمال کی بکھری ہوئی بظاہر غیراہم اشیاء کو علامت اور استعارہ قرار دینا یوں لگتا ہے ان استعاروں اور علامتوں کے حوالے سے اردو غزل نے روز مرہ زندگی کے فلسفے کو بیان کر کے زندگی کو اور زیادہ قریب تر کر دیا ہے نازک اور بلند افکار خیالات و تصورات ومحسوسات نے اپنے تمام تر اثاثے سمیت جدید اردو غزل نے زمین پر علامتی رجحان کو فروغ دیا ہے۔

۳۔ اردو غزل کی مجموعی روایت تخصیص کی جگہ تعمیم اور تقسیم کی جگہ تجرید کی طرف مائل رہی ہے۔جدید اردو غزل نے اپنا سفراس کے برعکس تجرید سے تجسیم اور تقسیم سے تعمیم کی طرف اختیار کیا ہے۔

۴۔عورت سے نا انصافی، غیر مساویانہ سلوک ، تشدد اور دیگر تمام معاشرتی سماجی موضوعات کو خواتین شاعرات نے جدید غزل میں سمونے کی کوشش کی ہے۔

۵۔جدید غزل نے لسانی اور تہذیبی سطح پر اپنے مقررہ معیاروں کے خلاف بغاوت کر کے ذخیرہ الفاظ کے دائرے کو وسعت دینے کی کوشش کی ہے جدید اردو غزل نے پنجابی زبان و ادب اور تہذیب وافکار سے بھی رابطہ قائم کیا ہے۔

۶- جدید غزل میں ایک صحت مند رجحان ابھرا ہے ظاہری نمود و نمائش کی جگہ باطن کے بچے اور کھرے انسان کے حوالے سے اردو غزل نے جدید عہد کو پھر سے دریافت کیا ہے۔

۷۔تصویر محبوب کے حوالے سے حقیقت پر مجاز بتدریج غالب رہا ہے مگر مجاز کی ان جہتوں کو دریافت کرنے کی طلب ختم نہیں ہوئی یہ حقیقت کی مجاز میں تلاش ہے یا مجاز کے اندر حقیقت کے اثبات کی کوشش۔

جدید اردو غزل نے اپنے محدود دائرے میں رہ کر تمام مسائل کو بیان کرنے اور انہیں حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح انسانی زندگی کی بعض بنیادوں اور اہم حقائق کا پتا لگایا ہے اس رحمان نے غزل کی صنف کو بلندی اور عظمت عطا کی ہے۔

امجداسلام امجد

امجد اسلام امجد کی شاعری جدید عہد کی شاعری ہے۔امجد نے یہ نیا لہجہ اور دلکشی اپنی ادبی روایت سے حاصل کی ہے۔امجد اسلام امجد کی نفسیات اور علامات ، مظاہر فطرت اور اپنی زمین سے متعلق ہوتی ہیں وہ اپنی وارداتوں، تجربوں اور متنوع کیفیات کو استعاراتی انداز میں بھی پیش کرتے ہیں۔خواب اور خواہش کا عمل ہی رومانوی شاعری کی بنیاد ہے اور یہی ان کی شاعری کی خوبصورتی ہے۔

امجد اسلام امجد کی شاعری اکیسویں صدی کی رومانوی شاعری ہے جس کا پس منظر اور پیش منظر مختلف ہے۔امجد صاحب نے اپنی غزل میں دہشت گردی ، مذہبی تعصب عالمگیریت کے مسائل تہذیبی اور ثقافتی بنجر پن کی تیز رفتاری ، سماجی اقدار کو بیان کیا ہے امجد اسلام امجد نے اپنی ذات کے خول کے اندر رہنے کی بجائے اپنی بصیرت سے اس عہد کو دیکھا ہے وہ فطرت سے علامات لے کر اس روحانی بنجر پن کو دور کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں ان کے نزدیک زندگی ایک متحرک قوت ہے اور کبھی کبھی پیچھے مڑ کر ماضی کی طرف دیکھنے کی خواہش بھی اسی عمل کا حصہ ہے۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

امجد اسلام امجد اس نسل کے شاعر ہیں۔آپ کی غزل میں قومی خودشناسی اور اجتماعی احساس کی شعاعیں نظر آتی ہیں۔ان کے نزدیک کائنات کی سب سے بڑی قوت عشق و جنوں ہے ماضی کی زندہ قوت اور ابد تک پھیلے ہوئے فرد کے اجلے امکانات نظر آتے ہیں۔امجد اسلام امجد گہری دردمندی تو انا رجائیت اور مردانہ استقلال کے ساتھ غزل میں محکوم و مجبور غریب طبقوں کی فکر و احساس کو پیش کرتے ہیں۔من وتو کے رشتوں اور ہجر و فراق کی کیفیات کو امجد اسلام امجد نے پھول خوشبو اور ہوا کی علامتوں میں دکش پیرائے میں بیان کیا ہے۔امجد اسلام امجد کی تمناؤں کی کھیتی ہری ہے۔گو کہ انہوں نے پنے شاعرانہ اظہار کے لئے اعظم کا سانچہ اختیار کیا مگر ان کی غزل بھی ایک نیا ذائقہ رکھتی ہے۔آپ کو بنیادی طور پر ایک رومانی شاعر کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا مرکزی مسئلہ فلسفہ محبت ہے اور یہ الگ بات ہے کہ وہ محبت کا ایک روپ نہیں کئی روپ بیان کرتے ہیں۔امجد صاحب نے زندگی کے بارے میں ایک خاص رویہ بنالیا ہے اپنے ہونے کے احساس اور فلسفہ وقت کے امتزاج نے ان کے ہاں کیسی کیسی صورتیں پیدا کر دی ہیں۔

جس پر رقم ہیں نقش کف پائے رفتگاں
اے عہد ناتمام وہ رستہ دکھا مجھے
میں حرف حرف لوح زمانہ درج ہوں
میں کیا ہوں؟ میرے ہونے کا مطلب سکھا مجھے

(۱)

کہتے ہیں کہ ایسے بے درد دور میں انسان حالات کے ہاتھوں خواہ کتنا مشین کیوں نہ بن جائے اس کے اندر کا انسان اتنا بے حس نہیں ہو سکتا وہ اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے اور شاعر کے اندر کا انسان بے حد متحرک رہتا ہے وہ ہر طرح حساس واقعہ پر رد عمل کا اظہار کرتا ہے خواہ اس کی ذات اور وجود کا حصہ ہو یا اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی کے حوالے سے ابھرنے والا ہو۔امجد اسلام امجد کی غزل ماحولیاتی تلازمات ذات کے کرب اور زندگی کے بارے میں حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے تشکیل پاتی ہے ان کے مشاہدے کی دور بین نگاہ یہاں وہاں پھیلے ہوئے کھیتوں سے لے کر شہروں تک محاسبہ کرتی ہے۔

خالدشریف

خالد شریف کو اپنی ذات میں چھپے ہوئے نوادرات کو تلاشنے اور تراشنے کا اتنا شوق ہے کہ باہر کے شور نے کبھی بھی اس کی سوچ کے تسلسل میں خلل انداز ہو کر اس کی ذات کی کرچیوں کی نمائش کرنے پر اسے مجبور نہیں کیا نہ ہی اپنی ذات کے کرب کا واویلا کرنے کی خواہش نے سوتے میں کبھی اسے چونکایا ہے وہ ذات اور کائنات کے درمیان فاصلوں اور فیصلوں کو فنکار کی فنی تکمیل کی راہ میں ہمیشہ دیوار سمجھتے تھے اور ہمیشہ اپنے فن کو ذات اور کائنات کے درمیان وسیلے کی ایک ایسی نامحسوس سی لکیر سمجھتے ہیں جو ٹوٹ جائے تو دونوں کی اکائی منتشر ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر ان دونوں کے درمیان رابطوں کے تمام سلسلے منقطع ہو کر ایک دوسرے کو مخالف سمتوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔خالد شریف زندگی کو اس کی تمام تر توانائیوں اور رعنائیوں سمیت تسلیم کرتا ہے۔

اس کی نگاہ ظاہر سے باطن کی طرف سفر کرتے ہوئے تمام مراحل کی مشقتوں سے آگاہ ہو کر تہوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کا اشاریہ ترتیب دیتی ہے وہ محبت کے کسی ماورائی حصار میں مقید ہونے کی بجائے رشتوں اور رویوں سے اپنے فن کے خدوخال تراشنے کے عادی

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ہیں۔خالد شریف انسانی جذبوں کے مصور ہیں خالص انسانی جذبات جو مچلنے لگیں تو روایات کی پیشانی پر پسینہ آجائے خالد نے اپنی شاعری میں نہ تو مافوق الفطرت مضامین کو بگھلا ہوا سیسہ انڈیلنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہی وہ فہم و ادراک کی شاداب وادیوں سے پرے الجھے ہوئے عجز اظہار کے سنگلاخ جزیروں کی بانجھ زمینوں میں سفر کرنے کے عادی ہیں بلکہ جذبوں کی محسوس ہوتی ہوئی سچائیوں کو انتہائی بلیغ انداز میں قاری کی سماعت اور بصارت تک امانت کے طور پر پہنچا دیا۔

خالد شریف کے اشعار میں ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی مسافر شفاف رستوں پر بکھری ہوئی چاندنی میں نہائے پھولوں کی بھیگی خوشبو، اہراتی ہوئی ہواؤں اور رقص کرتے ہوئے دائروں میں گھر کر اپنے ہمسفروں کو بیتے ہوئے دنوں کی کہانی سنا رہا ہو۔

خالد شریف جانتا ہے کہ نارسائی کے اضطراب اور نایافت کی خلش سے ہی سانسوں کا سرگم ترتیب پاتا ہے اسے اس کرب سے بھی آگہی ہے کہ فن کی تخلیق کے لمحے فنکار کو کس کس قیامت کی تپش میں مبتلا رکھتے ہیں۔خالد شریف نے انسانی طبائع کی صورت و ماہیت کے اعتبار سے بنیادی اور فکری طور پر ہر رجحان کی فکر کوفروغ دیا ہے۔

ان آبلوں کی روشنی بھٹکے گی شہر میں
کوچہ گرد! گردش پا کو سمیٹ لے

(۲)

کیسے یخ بستہ سلیقے میں مقید ہے حیات
بے طرح پھر گریباں چاک کرنا کیا ہوا

(۳)

وہ فرد واحد کی ذات و ہستی کو اس کے تمام تر مصائب کے ساتھ آشکار کرتے ہیں کبھی ''میں'' اور کبھی آپ استعمال کر کے خالد شریف نے الفاظ کے گورکھ دھندوں سے حیرت کے کئی در وا کئے ہیں۔

رکے ہوئے ہیں کہ ہم حالت سفر میں ہیں
جہاں بھی ہیں غم ہستی کی راہگزر میں ہیں

(۴)

مڑ کے دیکھا تو دراڑیں تھیں کئی چہروں پر
آئینے میں تو ہر اک شخص حسیں لگتا

(۵)

ملی مجھے بڑے سادہ مزاج لوگوں میں

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

وہ چیز، میں جسے اہل ہنر میں ڈھونڈتا تھا

(۶)

خالد شریف نے معاشرتی قید و بند اور اقتدار اعلیٰ کے حوالے سے بھی غزل میں اشعار قلمبند کئے۔معاشرتی و سماجی حقائق اور ان کی تلخی و شیخ بیانی کو بھی اشعار میں سمویا۔اگر چہ خالد صاحب کی غزل میں فلسفیانہ نکات کی بھر مار تو نہیں مگر بہت سے فکر انگیز مسائل اور سماجی و نفسیاتی حقائق بیان کئے ہیں۔

ان آبلوں کی روشنی بھٹکے گی شہر میں
اے کوچہ گرد! گرش پا کو سمیٹ لے

(۷)

کسی کو پڑھ لیا اک ہی نشست میں ہم نے
کوئی ضخیم تھا اور باب باب ختم ہوا

(۸)

حرف حق کی تلاش میں خالد
حرف نایاب لکھ رہا ہوں میں

(۹)

خالد شریف نے انسان کی ازلی حقیقتوں کو منکشف کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی غزل میں ان کے تجزیوں اور مشاہدے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ زندگی کے باب کو حرف حرف پڑھ کر غم کے ابواب لکھتے چلے جا رہے ہیں۔مغرب میں دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد جو معاشرہ اور طرز معاشرت ابھر رہی تھی اس میں نہ صرف جنسی بے راہ روی کا رجحان نمایاں ہورہا تھا بلکہ غزل میں بھی واشگاف الفاظ میں شعراء نے ایسے بہت سے اشعار لکھے جس میں جنسی اور جنس پرستی کا رجحان غالب رہا مگر سلیم الرحمن کی غزل میں ایک خزینہ لے اور اداسی کی ایسی کیفیت جاری و ساری ہے جو قاری کو احساس زیاں کے سپرد کر دیتی ہے۔تنہائی، وحشت، اجنبیت، پیہم سفر ، دہشت، بیزاری و حیرانی وغیرہ کے موضوعات ان کی غزل کا حصہ ہیں۔دکھ کا بوجھ اور مایوسی کا رنگ بہت گہرا ہے صرف ایک ہجر کا غم ہے جو دامن گیر ہے۔غزل میں متحرک وقت اور اس کے گزرنے کے ساتھ تغیر کا احساس، انسانی رشتوں کی ناقدری اور سیاست کی بازیگری سچائی اور نیکی کو پس پشت ڈال رہی ہے۔انفرادی تجربوں اور نئی علامتوں کے آمیزہ سے تکمیل کا احساس دلانے لگے۔ان کی تنہائی، اجنبیت پیہم سفر، دہشت، ویرانی بے زاری کے موضوعات، وجودیت کے تحت غزل میں محسوس کئے جاسکتے ہیں۔تغیر کے احساس اور بار بار سوالیہ نشان کو جدلیاتی حقیقت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے ان کے ہاں مصورانہ اسلوب اور جمالیاتی توانائی فضا میں تجربے کی تجسیم کرتی ہے لیکن ایک بنیادی تبدیلی کے ساتھ جہاں انسانی تعلق خاطر کے اساسی تاریخی شعور کے ساتھ منعکس ہوتی ہے وہاں وہ سماجی و شعری حسیت ایک نئے مدار میں داخل ہوتی ہے۔

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

فاصلہ مجھ کو نظر آتا نہیں کتا ہوا
میرے اندر دشت ہے اک دور تک پھیلا ہوا
(۱۰)

وہ نہ مٹنے والے فاصلے اور اندر کے دشت سے جو دور تک پھیلا ہوا ہے ناسٹلجیا کا شکار ہیں۔ان کے اشعار میں ایک ذات کا جدید وجود کارفرما نظر آتا ہے ان کی ملکی ثقافت اور حالیہ مقامی ثقافت کے درمیان واقع ان کا شعور اور دہرا شعور تضادات کے مختلف پہلوؤں کی گونج کے ساتھ سنائی دیتا ہے۔مکانی اور لامکانی نظریات بھی پیش کئے۔جن میں تاریخی شعور بالیدہ ہے وہ جانتے ہیں کہ فرار کی راہیں مسدود ہیں جن نت نئے مسئلوں سے آج کا انسان دو چار ہے ان کے اظہار کے لئے نئے پیمانے اور نئی لفظیات درکار ہیں۔

وقت کی بدلی ہوئی قدریں ہیں
تو اچھے میں برا دیکھتا ہوں
(۱۱)

زندگی کی جانب یہ مثبت رویہ ان کی ذہنی اور نفسیاتی قوت کا آئینہ دار ہے۔غزل کے تمام اشعار ایک باطنی آہنگ سے منسلک ہیں جسے حسی سطح پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔وقت کا تصور اپنے عہد اور زمانے سے بھی تعلق رکھتا ہے اور اس کی روانی سے بھی جو ہر شے کی ظاہری شکل وصورت کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔

پکڑے ہیں مرے زمیں نے پاؤں
اڑنے میں بھی کیسی جاں کنی ہے
(۱۲)

جدیدیت کے فلسفے کو انہوں نے جہاں قبول کیا وہاں اسے رد بھی کیا ہے وہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت سے قطع نظر، رنگ ونسل کے امتیازات ان کے ارتقاء یافتہ فکر کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں ان کا فن مستقل ارتقاء پذیر ہے لامکانی سے متصادم، دہرے شعور کے حامل وجود کا اظہار ایک ایسی نا آسودگی کا انکشاف کرتا ہے جو ان کے مخصوص الفاظ و علائم سے وابستہ ہیں۔

عباس تابش

ایک مدت سے مری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

عباس تابش اپنی زندگی کے کسی مخصوص پہلو سے زندگی کو Paint نہیں کرتا بلکہ بہت سے پہلوؤں کی وساطت سے زندگی کے ہر رنگ اور ہر انگ کو منعکس کرتا ہے ویسے بھی زندگی بیک وقت بہت سے پہلوؤں کے عجیب وغریب تعلق سے عبارت ہے تابش کی غزل کے پر گداز ہیں، جس میں نارسائی کا غم ، عبد کا آشوب ہر طرح کی تمثال کاری بھی ہے اور حیرت بھی۔عباس تابش نے جدید غزل کے تناظر میں عمر رواں کے ہر غم کو فلسفیانہ انداز بخشا۔جدید غزل میں آپ ایک نمایاں اور اہم مقام کے حامل شاعر ہیں کچھ غم ہیں جو آپ کی ذات میں ٹھہر سے گئے ہیں وہ مہ و سال زندگانی کے ساتھ کسی طور جانے کو تیار نہیں یہ غم روز سورج کی طرح طلوع ہوتا ہے اور اپنی تمازت سے ویرانہ جاں میں وہ کشش پیدا کرتا ہے جو انہیں خود سے دور بھی کر دیتا ہے یہ فلسفہ غم کبھی کبھی سماجی عمل کے اتار چڑھاؤ بھی خود میں ڈھال لیتا ہے۔زندگی کا ہر لمحہ زندگی پر محیط ہے یہ لمحہ نہ میرا اماضی ہے نہ حال نہ مستقبل، زماں و مکاں کے دائرے میں مقید ہوتے ہوئے بھی اس قید سے آزاد ہے۔ان کے نزدیک محبت زندگی ہے اور زندگی کو پیش کرنا شاعری!

بہاتا ہوں کہیں اپنے سفال بے مرکب کو
میں گر یہ کے دنوں میں چاک دنیا پر نہیں ہوتا

(۱۳)

وقت کا تصور تابش کے ہاں سکوت دہر کی رگوں میں زندگی کی طرح دوڑتا ہے۔

وقت لفظوں سے بنائی ہوئی چادر جیسا
اوڑھ لیتا ہوں تو سب خواب ہنر لگتا ہے

(۱۴)

عباس تابش صاحب نے سیاست اور انقلاب کے حوالے سے بھی غزل میں اشعار کہے مگر ان کا لہجہ ایسا تیکھا یا طنز آمیز نہیں رہا جیسا اکثر شعرا کا نظر آتا ہے وہ سیاست اور محبت کو آمیز کر دیتے ہیں۔

سیاست سے محبت کا کوئی رشتہ نکل آتا
کسی کے ہم بھی ہو رہتے طرفداری کے موسم میں

(۱۵)

عباس تابش نے زمین و آسماں کون و مکاں ، انسانی وجود ہستی ، فنا بقا جیسے موضوعات کو غزل میں برتنے کی بھی کوششیں کی جس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ان غزلیہ اشعار میں حیرت تحیر ، اضطراب اور تجسس و جستجو کا پہلو بھی نمایاں ہے۔وہ تلاش حقیقت میں انسان کے حسی وجود اور اس کی ہستی کا وجدان و ادراک حواس خمسہ کے ذریعے کرتے ہیں۔

یہ جو ہیں میرے پاؤں کسی اور کے نہ ہوں
چل میں رہا ہوں نقشِ کف پا کسی کا ہے

(۱۶)

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

زمین کے نیچے کوئی شے تھی آسمان کی طرح
میں اپنے پاؤں پہ کیا ٹھہرتا مکاں کی طرح

(۱۷)

پاکستان میں نئی غزل کی نشوو نما جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہوئی ان میں شہزاد احمد کا نام بھی شامل ہے ان کی غزلیں نئی غزل کے صحت مند رجحانات سے عبارت ہیں تلاش ذات کی ان کے ہاں بڑی اہمیت ہے۔غزل میں نفسیاتی مسائل کا علامتی اظہار پرکشش اسلوب میں ملتا ہے۔تلاش ذات کا مسئلہ نئی غزل کا ایک خاص مسئلہ ہے اور شہزاد نے اپنے طریقے سے اسے سمجھنے کی کوشش کی ہے شہزاداحمد کو اپنے وجود کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے گو یا فرد کی حیثیت سماج میں ہے۔

خود کو ہر اک سے جدا سب سے یگانہ نہ سمجھ
آئینے میں بھی کوئی شخص تیرے جیسا تھا

(۱۸)

شہزاد کے ہاں ابر اور خاک کے حوالے سے اکثر اشعار ملتے ہیں ابر اور خاک کے رشتے یہ بتاتے ہیں کہ ہم آسمان کی کتنی بلندی کو کیوں نہ چھولیں زمین سے ہماری وابستگی ہمیشہ قائم رہنی چاہئے۔زمین و آسمان کو بیک وقت چھونے کا تخلیقی تجر بہ ان کے مجموعہ کلام " خالی آسمان میں بھی ملتا ہے یہ پہلے دور کے تجربے سے آگے کا تجربہ ہے پہلے دور میں شاعر او پر جاتے ہوئے بار بار زمین کی طرف دیکھتا جاتا ہے اب زمین و آسمان ایک ساتھ اس کے تصرف میں آرہے ہیں وہ دونوں میں سے کسی ایک کی جانب کھنچنے کے بجائے یا دونوں کا تصور علیحدہ علیحدہ کرنے کی بجائے ایک اکائی کی صورت میں دیکھتا ہے۔

زمین ناؤ مری بادباں مرے افلاک
میں ان کو چھوڑ کر ساحل پہ کب اترتا ہوں

(۱۹)

شہزاد احمد کے یہاں روشنی سے خوفزدہ ہونے کی کیفیت ملتی ہے تخلیق کار تخلیقی لمحات کی کشش بھی محسوس کرتا ہے متحیر بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھی خوفزدہ بھی مگر شہزاد احد خوفزدہ ہو کر بھی اس سے فرار نہیں اختیار کرتے گو کہ اس تجربے سے ان کا جسم اور روح دونوں زخمی ہو جاتے ہیں۔

دکھائی دیتا نہیں روشنی سے ڈرتا ہوں
کہاں گئیں مری آنکھیں تلاش کرتا ہوں

(۲۰)

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

شہزاد احمد کے ہاں عصری مسائل کا براہ راست بیان نہیں ملتا بلکہ وہ ایسے اپنی جذباتی اور نفسیاتی زندگی سے مملوکر کے علامتی پیرائے میں اس کا اظہار کرتے ہیں اس لیے بعض ناقدین کو ان کے یہاں جذباتی تشنگی اور نفسیاتی ہیجان کا عکس دکھائی دیتا ہے مثلاً

میں کہ خوش ہوتا تھا دریا کی روانی دیکھ کر
کانپ اٹھتا ہوں گلی کوچوں میں پانی دیکھ کر

(۲۱)

اس طرح کے اشعار میں عصری مسائل کا نفسیاتی اظہار ہے نہ کہ نفسیاتی ہیجان یا جذباتی تشنگی تہذیب نو کے حقائق اگر انسان سے اس کے خواب چھین لیں ''پانی جو زندگی کا استعارہ ہے اگر وہ سر سے اوپر ہو جائے اور روشنی جو شب تنہائی کا سہارا ہے بینائی کے لئے عذاب بن جائے تو انسان کیا کرے شہزاد احمد اس رویے کے خلاف ہیں۔

پتھر نہ پھینک دیکھ ذرا احتیاط کر
ہے سطح آب پر کوئی چہرہ بنا ہوا

(۲۲)

وزیر آغا شہزاداحمد'' کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شہزاداحمد کی خوبی ہے کہ وہ اپنے عصر سے وابستہ ہیں مگر اس کا مطیع نہیں حتی کہ اس کا احتجاجی رویہ بھی محض کسی سیاسی یا معاشرتی صورتحال کے تابع نہیں اپنے اند ر عصری صورت حال کو عبور کرنے کی سکت رکھتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر اس کی شاعری محض اپنے وقت کی راگنی بن کر رہ جاتی اور آنے والے زمانوں میں بے وقت کی راگنی قرار پاتی ۔''(۲۳)

شہزاد احمد کی غزل میں پیکر تراشی کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔امجد اسلام امجد ان کی غزل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'' جدید شعراء میں جن شعراء کے ہاں غیر معمولی تمثال کاری نظر آتی ہے ان میں شہزاد احمد کا ایک نمایاں مقام ہے اس نے کیفیت کو سمعی و بصری (Audio visual) روپ میں کچھ ایسی مہارت سے پیش کیا ہے کہ بعض اوقات شعراء اپنی تفہیم سے بھی پہلے محض تمثال کے حسن کی وجہ سے قاری کو مسحور کر دیتے ہیں۔''(۲۴)

تلاش کرتے ہوئے انگلیاں جلا ڈالیں
وہ تیرگی تھی کہ میں شمع بھی نہ دیکھ سکا

(۲۵)

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

شہزاد احمد کے ہاں نفسیاتی مسائل کا علامتی اظہار پرکشش اسلوب میں کیا گیا ہے جدید شہری زندگی نے جس طرح انسانی سوچ کو پیچیدہ بنا دیا ہے اس کا بڑا اچھا اظہار شہزاد احمد کی غزلوں میں ملتا ہے۔شعور وذات کی کاوشوں کے کئی پہلو شہزاد کے ہاں نمایاں ہیں اگر انسانی مسائل کے سیاق و سباق اور ان کے حوالے سے جاننے کی کوشش کی جائے تو محبت کا ایک خاص انداز ان کے ہاں پایا جاتا ہے ان کا محبوب اور اس کا وجود حقیقت ہے جو تصور غم بن چکا ہے۔سماجی مسائل کا ہلکا سا پر تو ہے ان کی لطافت بیان زیادہ ٹھوس طرز تکلم کی متحمل نہیں ان کے انکشافات کی شعوری کوشش شہزاد احمد کے ہاں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات اور آفاق کے سیاق وسباق کے حوالے سے اپنا انسانی مقام بلکہ انفرادی مقام متعین کیا جائے۔شہزاد احمد نے نفسیاتی کیفیتیں اس کے ماحول وفضا سے اس کی تربیت سے اور رجحان طبع سے مرتب کی ہیں اس میں ان کا کوئی نظریاتی تعصب یا کائنات و آفاق کے بارے میں شاعر کا کوئی عارفانہ احساس ان کی نفسیاتی کیفیتوں کا زائیدہ نہیں۔

ہم تو تنکے ہیں ہوا آئے گی اڑ جائیں گے
اپنے انجام کو فطرت بھی کبھی سوچے گی

(۲۶)

شہزاد کی شاعری اور ان کی شہرت کئی مدارج طے کر چکی ہے۔شہزاد احمد نے سائے جسم کے پیکر ، ریت دھوپ کے درمیان دشت، خاک بسر پھرنا پیکر گل آسمانوں کے لئے نقش حیرت سے کئی خوبصورت مضامین تراشے ہیں۔شہزاد احمد کے ہاں نفسیاتی حوالوں سے جدید غزل میں کئی تجربات ملتے ہیں وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سامنے کے نظارے سے انہوں نے کئی معانی اخذ کئے ہیں۔شعور ، لاشعور ، تحت الشعور کی نفسیات شہزاد احمد کے ہاں بڑی بے باکی سے نظر آتی ہے۔ساری مخلوق ان کے لئے ایک تماشا ہے اس میں توسیع کے امکان اور اضافے کی راہیں ہر گام کھلی ہیں۔ان کے فکر وفن کے مطالعے کے لئے صرف چندرا ہیں سمجھائی جاسکتی ہیں شاعر کے ہمدم و ہم نفس ہونے کے علاوہ اس کے فکر وفن اس کے نظریات و تعصبات کے جتنے رنگ بدلے ہیں اس کی واضح عکاسی شہزاد احمد کے ہاں موجود ہے کیونکہ شہزاد کا بنیادی چشمہ فیضان غزل کا مخصوص کردار ہے اور غزل کی مخصوص شخصیت ہے جس کا نعرہ مستانہ صدیوں سے صدا بلند کرتا ہے۔

مری نمود کہاں مرے اختیار میں ہے
وہ پھول ہوں کہ ابھی دامن بہار میں ہے

(۲۷)

شہزاد احمد کی غزل کے میلانات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فلسفہ ونفسیات کے مرد میدان ہیں علم اور علمیات کے بنیادی سوال آغاز سے خدا، انسان نفس انسانی اور کائنات کی ماہیت کے بارے میں رہے ہیں لیکن بیسویں صدی میں وجودی مفکروں نے فلسفے کے ان قدیم سوالات کے نئے زاویوں سے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی۔وجودی سوچ کے ڈانڈے ڈی ازم کی فکریات قدیم سے جدا تو نہیں کئے جاسکتے لیکن کر کے گور گیبر کل مارسل ، ہائیڈیگر اور سارتر نے وجودیت کی جدید نظری جہات

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

متعین کیں۔شہزاد احمد کی غزل کی بنیادی پہچان وہ فکری سوالات ہیں جو عہد جدید کے مذکورہ فلسفیوں نے اٹھائے۔ڈاکٹر تحسین فراقی مضمون ''شہزاد احمد ، اردو غزل کی تو انا آواز میں لکھتے ہیں:

''شہزاد احمد کی تحت الشعوری یادیں شاعری اور خصوصاً غزل کا مایہ خمیر ہیں۔شہزاد احمد کے ہاں ان تحت الشعوری یادوں نے میٹھے میٹھے درد کی صورت پیدا کی ہے مگر یہ دھیما دھیما شعلہ کہیں بھی بھڑک کر الا ؤ نہیں بنتا اس سے شاعر کے ضبط اور تمکین کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔''(۲۸)

شہزاد احمد نے غزل میں فکر کے نئے زاویے پیش کئے جدید فلسفیانہ نوعیت کے مذکورہ سوالات کے باعث جدید اردو غزل میں شہزاد نے ایک خاص منطقی اور استدلالی اسلوب کو فروغ دینے کی کوشش کی۔کلاسیکی شعراء نے بھی خدا، انسان اور وقت اور زندگی کی ماہیت پر سوالات اٹھائے۔علامہ اقبال نے بھی غزل میں زمان و مکاں کی فلسفیانہ تشریح وتوضیح کی لیکن شہزاد احمد نے جدید فکریات کو غزل میں بڑے سائنسی اور تجرباتی انداز میں بیان کیا اور سوالیہ انداز بھی اختیار کیا۔

کس نے سایوں کو بدن دے دیا انسانوں کا
جڑ دیے کس نے چمکتے ہوئے تارے تہہ آب

(۲۹)

جسے کہتے ہیں لمحہ تخلیق
یہی لمحہ ہے راز داں اپنا

(۳۰)

شہر اداحمد کی غزل میں اسلوب کے مذکورہ پہلو کے علاوہ جو عصر تجرباتی نقطہ نظر سے زیادہ اہم ہے وہ شہر کی جدید فضا اور اس کے متعلقات ہیں۔شہزاد احمد نے غزل میں لفظ کو اہمیت دی۔ناصر اور منیر کے ہاں شہر ایک خاص رویے کی علامت کی طور پر نظر آتا ہے لیکن ان شعراء نے شہر کو ایک داخلی پیرائے میں دیکھا اور شہزاد نے جدید ذہنیت کو سمجھنے کے لئے فرد کی نفسیات کو پر کھنے کی سعی کی

جبکہ شہزاد نے شہر اور شہری ماحول کی ایک خارجی عکاسی کی۔خارجی اور بیرونی فضا کی تصویر بندی کے باعث شہزاد کی غزل کی لفظیات میں ایک دلچسپ تبدیلی بھی نظر آئی غزل کے کچھ اشعار میں جدید شہری ماحول سے متعلق لفظیات کا تجربہ بھی کیا گیا بعض مقامات پر ان کی بلیغ علامتیت بہت متاثر کن ہے اور انسانی نفسیات بھی۔

مٹی جمی ہوئی تھی جب کوٹ کے کفوں پر
حیرت ہوئی تھی مجھ کو لوگوں کے قہقہوں پر

(۳۱)

Vol. 7 No.2 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

غزل کا جدید شعور تجربات کے جن مراحل سے گزر رہا ہے اس میں نفس اور اثبات دونوں عوامل موجود ہیں۔نیا غزل گو تجربے کرتے ہوئے بعض جدید عناصر کو جہاں فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے وہاں شہزاد نے قدیم صفات کے حوالہ سے اس کے ہاں تشکیک بھی پیش کی۔شہزاد کے ہاں جدید اشیاء ضرورت محض صورت واقعہ کا عکس ہے جبکہ اشعار میں فرد اور اس کے معمولات فرد کی نفسیات اور لایعنیت کا بلیغ اشارہ بھی ملتا ہے۔

"شہزاداحمد کی غزل میں ایک سائنسی شعور بھی نظر آتا ہے اور وہ ان موضوعات کو اپنے باطن کی مدد سے پیش کرتےہیں۔"(۳۲)

شہزاد احمد نے فرد اور افراد کو مختلف زاویوں سے دیکھا اور پرکھا ، معاشرتی سماجی میلانات کا احاطہ بھی کیا مکانوں کے نقشے بدلے ذرائع آمدروفت رسل و رسائل انسانی جذبات تو وہی رہے مگر مشین گن، بم دھما کے آبادی کے بڑے حصے کے لئے ریڈیو اور ٹیلی ویژن اخبار سے باخبر رہنا یہ سوالات اردو غزل میں نئ زندگی اور اس کے ماحول کو ظاہر کرتے ہیں اور شہزاد احمد نے اس نئے ماحول کا ہر عکس غزل میں پیش کیا۔جدید غزل لکھنے والوں میں ایسے بہت سے شعراء ہیں جن میں سے کچھ جدید شعراء کا انفرادی رنگ نمایاں ہو چکا ہے اور کچھ اساتذہ شعراء اپنی الگ اور انفرادی رنگ کی شاعری پر مشتمل تجرباتی غزل بھی لکھ رہے ہیں جن میں فلسفیانہ نکات بھی ملتے ہیں اور فکر اور آگہی کا شعور بھی ان شعراء میں سعود عثمانی کا نام اہم حیثیت کا حامل ہے۔سعود عثمانی نے جدید غزل میں عقلیت کے فلسفے کو برتا ہے۔فلسفہ زماں و مکاں کی حدود کی شناخت کا علم سعود عثمانی کے ہاں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ ہنر مندوں اور ہنر رکھنے والوں کو ازل سے بڑی اہمیت دینے کے قائل نظر آتے ہیں۔

اک ہنر تو ازل سے ہوا کے ہاتھ میں ہے
کہ مشتِ خاک پہ گزرے تو مشت پر کردے
سکوتِ جاں کسی معمار کی تلاش میں ہے
وقت ہے کہ مرے دشت کو نگر کر دے
(۳۳)

حوالہ جات

۱۔زاہد حسن مرتب امجد اسلام امجد فن اور شخصیت ، گورا پبلشرز، لاہور ۱۹۹۴ء، ص۱۴۲

۲۔خالد شریف، نارسائی ، ماورا پبلشرز لاہور، جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۲۹

۳۔خالد شریف ، نارسائی ، ص۳۲

۴۔ایضاً، ص ۳۷

۵۔ایضاً، ص ۳۷

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.2 2024

۶۔ایضاً ص ۵۳

۷۔ایضاً، ص ۲۹

۸۔ایضاً ص ۸۹

۹۔ایضاً، ص ۱۰۵

۱۰۔سلیم الرحمن، مسافرت کا چاند ، کلاسیک، لاہور، فروری ۲۰۱۱ء، ص ۱۷

۱۱۔سلیم الرحمن ، مسافرت کا چاند ،ص ۲۲

۱۲۔ایضاً ص ۲۶

۱۳۔عباس تابش، آسمان، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈ ز ،لاہور، اگست ۱۹۹۱ء ص ۲۶

۱۴۔عباس تابش، آسمان ، ص ۲۰

۱۵۔ایضاً ص ۲۸

۱۶۔ایضاً ص ۴۳

۱۷۔ایضاً ص ۵۱

۱۸۔شہر اداحمد ، خالی آسمان، الحمد پبلی کیشنز، لاہور ، ۲۰۰۰ء ، ص ۵۲

۱۹۔شہزاد احمد ، خالی آسمان ، ص ۲۲۹

۲۰۔ایضاً، ص ۲۲۹

۲۱۔ایضاً، ص ۱۲۲

۲۲۔ایضاً، ص ۴۱

۲۳۔وزیر آغا مضمون شہزاداحمد مشمولہ تنقیدی ابھاد، مظفر حنفی ،ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئ دہلی ، ۱۹۸۷ء ص ۶۶

۲۴۔امجد اسلام امجد، مضمون ''شہر اداحمد کی غزل میں پیکر تراشی مشمولہ جائزے مرتب مظفر حنفی ، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئ دہلی ۱۹۸۷ء، ص۱۳۴

۲۵۔شہزاد احمد ، خالی آسمان ، ص ۴۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.2 2024

۲۶۔ایضاً، ص۳۳۲

۲۷۔تحسین فراقی ، ڈاکٹر ، مرتب افادات، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴ ء، ص ۱۰۵

۲۸۔شہر ا داحمد ، خالی آسمان ، ص ۳۴۲

۲۹۔ایضاً، ص ۴۸

۳۰۔ایضاً، ص ۳۹

۳۱۔ایضاً ص ۱۲۵

۳۲۔سپوتک لاہور شہزاداحمد شخصیت اور فن جلد نمبر شمارہ نمبر 7 جولائی ۲۰۰۰، ص ۴۵

۳۳۔آصف بھلی محمد صدی کی منتخب غزلیں ، پاکستان رائٹر ز فاؤنڈیشن ،سیالکوٹ ،جنوری ۲۰۱۵ء،ص۴۹۶